ابوسلمان شاہجہانپوری

ریشمی خطوط

(دوسری قسط)

پہلا خط

یہ خط مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی طرف سے شیخ عبدالرحیم سندھی کے نام ہے:-

۹ رمضان۔ یوم دوشنبہ

(کابل)

سلام مسنون

آپ یہ امانت مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا کی خدمت میں کسی معتمد حاجی کی معرفت ضرور پہنچا دیں یہ ایسا کام ہے کہ اس کے لئے خاص طور پر سفر کرنے میں بھی نقصان نہیں۔

اگر آدمی معتمد ہو تو زبانی یہ بھی کہلا دیں کہ حضرت مولانا یہاں آنے کی بالکل کوشش نہ کریں اور اگر منصورؔ اس حج پر نہ آسکیں تو خیال فرمالیں کہ انکا آنا ممکن نہیں۔

آپ اسکے بعد خود میرے پاس آنے کی کوشش کریں بلکہ ضرور آئیے اس لئے کہ یہاں بہت ضروری کام ہیں۔

اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی معتمد حاجی نہ مل سکے اور آپ خود بھی نہ جا سکیں تو مولوی احمد اللہ ساکن پانی پت سے اِس معاملے میں مدد لیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ اس حج کے موقعے پر یہ اطلاعات حضرت مولانا کے پاس پہنچ جائیں اور وہاں سے جو اطلاع ملے وہ اگر براہ راست نہ ہو سکے تو مولوی احمدؔ لاہوری کی معرفت ہمیں ضرور ملنی چاہیئے۔

عبیداللہ عفی عنہ

حواشی

مکتوب الیہ شیخ عبدالرحیم:

سندھ کے مشہور عامل خاندان کے ایک فرد تھے۔ حیدر آباد کے محلہ گاڑی کھاتہ میں رہتے تھے۔ والد کا نام بھگوان داس تھا۔ ہندوستان کے مشہور لیڈر کے بی آچاریہ کرپلانی ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ شیخ عبدالرحیم اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے دین کی تبلیغ و اشاعت کا بہت جذبہ تھا۔ اِن کی کوششوں سے متاثر ہو کر بہت سے با اثر ہندؤوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کی اس خصوصیت کا تذکرہ سی آئی ڈی (پولیٹیکل) پنجاب کے سپرنٹنڈنٹ اے ڈبلیو مینز سیر نے بھی کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"عبدالرحیم باحیثیت ہندؤوں کو مسلمان کرنے کی کوششوں کے باعث کافی بدنام ہے۔"

قاضی محمد اکبر نے ان کی کوششوں سے مسلمان ہونے والوں میں سندھ کے چند نہایت معروف اور مقتدر اصحاب کے نام گنوائے ہیں۔ مثلاً شیخ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر شیخ نور محمد جو کابل میں مولانا کے شریکِ کار اور سفرِ ماسکو میں ان کے شریک سفر تھے، سندھ کے مشہور صحافی شیخ عبداللہ مدیر اخبار نومسلم، شیخ عبدالقدوس ہاشمی، ڈاکٹر شیخ شمس الدین، شیخ عبدالعزیز جو قندھاری کی نسبت سے مشہور ہوئے، شیخ غلام محمد راسی مجاہدِ اسلام اور سرفروش ملت کی تبلیغی کوششوں سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے تھے۔

شیخ عبدالرحیم نے ملک کی آزادی کی کوششوں میں بھی مردانہ وار حصہ لیا۔ تحریک شیخ الہندؒ کے نہایت سرگرم اور اہم رکن تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بقول تحریک آزادی کے راستے میں اُنھوں نے نہایت عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ ریشمی رومال سازش کیس میں انہیں

"سازش کا ایک اہم رکن اور ہندوستان حجاز اور کابل میں موجود سازشیوں کے درمیان رابطہ قائم کرنے والا۔"

قرار دیا گیا ہے۔ ۲۸/ستمبر ۱۹۱۶ء کی یادداشت میں ان کی اہمیت کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے:۔

"حیدرآباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم کا پتا نہیں چل سکا ہے۔ اس کیس میں اس کی اہمیت روز بروز واضح ہوجاتی ہے"

جنود ربانیہ میں انہیں کرنل کا عہدہ حاصل تھا۔ ریشمی خطوط میں پہلا خط انہی کے نام تھا۔ تحریک کا راز افشا ہوا تو سب سے پہلے جن انقلابیوں کی گرفتاری کا حکم جاری ہوا، ان میں پہلا نام شیخ عبدالرحیم کا تھا لیکن جیسا کہ شاہ بخش لاشاری کے تذکرے میں قاضی محمد اکبر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے وہ آزاد رہ کر زیادہ سے زیادہ کام کرنے کے قائل تھے، گرفتاری سے بچنے کے لئے روپوش ہوگئے۔ سی آئی ڈی کو ان کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ملک کے اندر ہیں یا کابل چلے گئے۔ ریشمی رومال سازش کیس کے ملزمین کی فہرست میں اُن کا تذکرہ اِن الفاظ میں آیا ہے:

"شیخ عبدالرحیم ساکن حیدرآباد۔ جس کو ریشمی خطوط میں سے تشریح کی خط بھیجا گیا تھا بھگوان داس زمیندار کا لڑکا ہے ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ دوسرے باحیثیت ہندوؤں کو مسلمان کرنے کی کوشش کے باعث کافی بدنام ہے۔ پیشہ کے اعتبار سے درزی ہے۔ حیدرآباد میں حکیم عبدالحلیم کے مکان کے قریب گاڑی احاطہ (کھاتہ) میں رہا کرتا تھا۔ شیخ ابراہیم سندھی ایم اے سابق پروفیسر حبیبیہ کالج (کابل) عبدالمجید مدیر الحق حیدرآباد اور مولوی عبیداللہ کے سفر کابل کا اہتمام کرنے میں ان کی مدد کی تھی۔ سازش کا ایک اہم رکن اور ایک مشہور متعصب شخص ہے جو ہندوستان، حجاز اور کابل میں موجود سازشیوں کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ اس کا موجودہ پتہ معلوم

نہیں۔ ممکن ہے عبید اللہ کے ساتھ کابل میں ہو۔"
قاضی محمد اکبر نے ان کے حالات میں لکھا ہے:۔
"شیخ عبدالرحیم سندھی بھیس بدل بدل کر تحریک آزادی میں کام کرتے رہے اور تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔ اس طرح وہ سرہند شریف پہنچے جہاں ان کا انتقال ہوگیا وہیں مدفون ہیں۔ ان کا مزار آج بھی اہل فکر کے خون کو گرماتا ہے کیونکہ یہ بذات خود مجموعہ تحریکات تھے۔"

۲۔ مولوی منصور۔ مولانا محمد میاں انصاری کا عرف ہے۔ یہ نام انہوں نے سنہ ۱۹۱۶ء میں اپنی شخصیت کو چھپانے کے لئے اختیار کیا تھا مولانا محمد میاں، مولوی عبداللہ عرف پیر جی کے صاحبزادہ اور تحریک شیخ الہند کی بہت اہم اور نہایت ذمہ دار شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنا کام نہایت ذمہ داری اور ہوشیاری سے انجام دیا۔ وہی غالب نامہ اپنے ساتھ ہندوستان لائے تھے اور دوسرا ریشمی خط انہیں کے قلم سے ہے۔ وہ خفیہ تحریک کے تقاضوں کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے اس لئے حالات کی نزاکت کے مطابق نام اور بھیس بھی بدل لیتے تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں متعدد مقامات پر اور نہایت تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر آیا ہے۔ سب سے پہلے استغاثہ میں مدعاعلیہم کی فہرست میں اڑتالیسویں نمبر پر نام اور ولدیت ہے۔ یہاں انہیں "سلطانی گواہ" بتایا گیا ہے لیکن یہ درست نہیں وہ گرفتار ہی نہیں ہوئے تھے، ان کے گواہ یا سلطانی گواہ بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیس کے دیگر اندراجات سے بھی یہ بات ثابت ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد استغاثہ کے پیرا ۲۶ میں غالب نامے کو کسٹم افسروں سے چھپا کر نکال لے جانے کا تذکرہ ہے کہ "بمبئی پہنچنے کے بعد وہ کسٹم کے افسروں سے غالب نامہ کو بچا کر نکال لے جانے میں کامیاب ہوگیا" اس کے بعد پیرا ۲۷ میں بمبئی میں تحریک کے چند ارکان سے ملاقات اور راندیر کے سفر کا تذکرہ بایں الفاظ آیا ہے:۔
"بمبئی میں مرتضیٰ، محمد میاں اور احمد میاں سے مولوی ظہور محمد اور

راندیر کے مولوی محمد حسین نے ملاقات کی اور انہیں آخر الذکر راندیر سے گیا۔ راندیر میں پتے بتا دیئے گئے لیکن کوئی چندہ نہیں جمع کیا گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ مولوی محمد مبین جو خطیب کے نام سے مشہور ہے روپیہ اکٹھا کرنے کے لئے راندیر جائے "

پیرا ۴۸ میں راندیر سے بھوپال اور وہاں سے شمالی ہند تک کے سفر کا تذکرہ ہے:۔

"راندیر سے محمد میاں اور مرتضیٰ بھوپال گئے اور وہاں انہوں نے مولوی محی الدین قاضی بھوپال سے ملاقات کی جس نے اِن سے اُن تمام واقعات کے بارے میں دریافت کیا جو مطلوب الرحمٰن کی حجاز سے واپسی کے بعد پیش آئے تھے اور کہا کہ آخر الذکر جو کچھ جانتا تھا وہ سب ان سے بیان کر چکا ہے۔ محمد میاں نے قاضی سے جو ملاقاتیں کیں ان میں مرتضیٰ موجود نہ تھا۔ محمد میاں بھوپال سے شمالی ہند پہنچا اور سازش کے دوسرے سرگرم ممبران احمد اللہ اور محمد مبین سے ملاقاتیں کیں۔ ان کے درمیان خفیہ مشورے ہوئے جن میں ظہور محمد بھی شریک ہوا "

استغاثہ کے پیرا ۵۲ اور ۵۳ بھی محمد میاں کے متعلق ہیں۔ ۵۲ سے علی گڑھ اور کلکتہ کے سفروں اور مولانا حسرت موہانی اور مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقاتوں کی روداد پر روشنی پڑتی ہے۔ روداد یہ ہے:۔

"محمد میاں نے کم از کم دو مرتبہ مولوی فضل الحسن (حسرت موہانی) سے علی گڑھ میں ملاقات کی اور پھر کلکتہ جا کر مولوی ابوالکلام آزاد سے ملا اس وقت آخر الذکر اپنا سامان باندھنے میں مصروف تھا تاکہ رانچی جا سکے۔ کیونکہ حکومت کے حکم سے اُسے رانچی میں نظربند کیا جا رہا تھا جب محمد میاں فرنٹیر جا رہا تھا تو اس نے سہارنپور کے اسٹیشن پر جس وقت

ظہور ادمبین کے ساتھ تھا۔ سنا کہ فضل الحسن کو علی گڑھ میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس طرح اسے علم ہو گیا کہ یہ دونوں کام جاری رکھنے کے قابل نہیں رہے۔"

اس پیرا کے ابتدائی جملوں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد سے کلکتہ میں محمد میاں کی ملاقات ۳۰/ مارچ ۱۹۱۶ء کو یا اس سے ایک آدھ روز قبل ہوئی ہوگی۔ اس لئے کہ مولانا آزاد نے حکومت بنگال کے حکم سے ۳۰/ مارچ کو کلکتہ چھوڑ دیا تھا اور چونکہ بہار ہی ایک ایسا صوبہ تھا جہاں وہ جا سکتے تھے، یوپی اور پنجاب کی حکومتیں پہلے ہی اپنے صوبوں میں ان کے داخلے پر پابندی لگا چکی تھیں اس لئے وہ رانچی چلے گئے اور وہیں اُنہیں بعد میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔

۱۹۱۶ء میں سرحد جاتے ہوئے لاہور میں تحریک کے بعض ارکان سے ملاقات کا تذکرہ آیا ہے:۔

"مولوی محمد میاں سرحد کو جاتے ہوئے لاہور میں مولوی (ابو محمد) احمد چکوالی سے ملا اور اس اُمید میں اُس کے ساتھ چند گھنٹے ٹھہرا کر مولوی احمد علی سے ملاقات ہو جائے جس کے بارے میں اس نے سنا تھا کہ خان پور گیا ہوا ہے۔ اِس کے بعد اپریل ۱۹۱۶ء کے آخر میں اس نے سرحد پار کر لی اور اپنے بیان کے مطابق (یعنی جیسا کہ ریشمی خط میں مذکور ہے) غالب نامہ قبائلیوں کو دکھایا۔"

اِس کے بعد سازش کیس کی شخصیات کے سلسلے میں محمد میاں پر مندرجہ ذیل نوٹ ہے۔ اس سے نہ صرف تحریک سے ان کے تعلق اور کارگزاریوں پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس میں ان کے سوانح حیات بھی مرتب ہو گئے ہیں۔ پورا نوٹ یہ ہے:۔

"جنود ربانیہ کی فہرست میں لیفٹننٹ جنرل ہے۔ تشریح کی ریشمی خط (یعنی ریشمی خط نمبر۱ جو مولانا سندھی کے قلم سے ہے) بنام شیخ عبدالرحیم

حیدرآباد (سندھ) میں اس کا تذکرہ ہے۔ مولوی محمد میاں، مولوی عبداللہ پروفیسر دینیات ایم اے او کالج علی گڑھ کا لڑکا اور شمس العلماء حافظ (محمد) احمد پرنسپل مدرسہ دیوبند کا بھانجا ہے۔ وہ انبیٹھ ضلع سہارنپور کا باشندہ ہے۔ اس نے دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ جب مولوی ابو محمد احمد جمعیت الانصار کا نائب ناظم تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد کچھ عرصہ تک نگینہ میں ملازم رہا بعد میں دارالعلوم دیوبند میں ملازم رکھ لیا گیا جہاں وہ مولانا محمود حسن کا مرید ہو گیا۔ اسے ان سے گہری وابستگی تھی۔ وہ سازش کا ایک اہم رکن ہے۔ دیوبند میں خفیہ جلسوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولانا محمد حسن کے ہمراہ حجاز گیا۔ جماعت کے خازن کے طور پر کام کیا۔ اپریل (صحیح فروری) ۱۹۱۶ء میں غالب نامہ ساتھ لے کر واپس آیا جو ہندوستان میں اور آزاد علاقے میں سازشیوں کو دکھانے کے بعد وہ کابل لے گیا جہاں وہ جون ۱۹۱۶ء میں پہنچا۔ ابھی تک وہ عبیداللہ وغیرہ کے ساتھ کابل میں ہے۔ شاید مولانا کے نام خط اسی نے تحریر کیا ہے۔"

(بلاشبہ یہ خیال درست ہے)۔

جب اگست ۱۹۱۶ء میں ریشمی خطوط پکڑے گئے تھے اور انقلابی منصوبہ کا راز فاش ہوا ہندوستان کی انگریز حکومت نے افغانستان کی حکومت سے سخت احتجاج کیا۔ تو مولانا محمد میاں کو کابل سے نکلنا پڑا۔ ظاہر ہے یہ واقعہ ستمبر کا ہوگا۔ وہ یاغستان چلے گئے اور ایک مدت تک مجاہدین کے مرکز اسمس میں قیام کیا۔ اگلے سال جب کہ انہیں کابل سے نکلے تقریباً ایک سال کا عرصہ گذرا تھا انہوں نے یاغستان اور کابل کے حالات اور تحریک آزادئ ہند کو کامیاب بنانے کے لئے ایک مفصل خط لکھا جو انور پاشا کو مع چند دیگر دستاویزات کے پہنچانا تھا لیکن عجیب اتفاق ہے کہ انہیں ان دستاویزات کو براہ حجاز پہنچانے کے لئے جو ایلچی ملا وہ سی آئی ڈی کا آدمی تھا۔ ایس سیکرٹ۔ ڈیپارٹمنٹ

کی جانب سے جو ٹیلی گرام وائسرائے فارن ڈیپارٹمنٹ کو ۲۳/ستمبر ۱۹۱۶ء کو دیا گیا تھا اس کی ابتدائی سطریں یہ ہیں:-

"سی آئی ڈی کے ایک ایجنٹ کے ذریعہ مزید دستاویزات ہمارے ہاتھ لگی ہیں جس نے باجوڑ سازشیوں کا اعتماد حاصل کر لیا تھا اور حج وزیارت کے بہانے انور پاشا کو کچھ دستاویزات پہنچانے کیلئے خود کو نامزد کرا لیا تھا"

ان دستاویزات میں پہلی دستاویز سلطان ترکی کی خدمت میں حزب اللہ کی طرف سے ایک عرضداشت ہے جس پر حاجی صاحب ترنگ زئی، باجڑا ملا، اور مولوی فضل ربی اور مولوی عبدالعزیز کے دستخط ہیں اور مہریں بھی ثبت ہیں۔ یہ چاروں حضرات بالترتیب صدر جمعیۃ حزب اللہ، صدر انصار جمعیۃ حزب اللہ اور آخر الذکر دونوں جمعیۃ حزب اللہ کے ارکان ہیں۔ ہم یہ عرضداشت ضمیمے میں شامل کر رہے ہیں۔ دوسری دستاویز یاغستان کے خانوں اور عالموں کی عرضداشت ہے جس پر باجڑا ملا چار باجوڑی باشندوں اور مجاہدین کے دستخط ہیں۔ تیسری دستاویز مولانا محمد میاں کا خط ہے جو انہوں نے انور پاشا کے نام لکھا تھا۔ اس میں افغانستان میں تحریک کی ناکامی کے اسباب، یاغستان کی تفصیل وغیرہ کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے اور بعض سفارشات پیش کی ہیں۔ اس سلسلے کی دوسری دستاویز "تحریک شیخ الہند" شامل نہیں ہے اور محمد میاں کے خط کا صرف مفہوم اور کچھ حصہ شامل ہے۔ پورا خط نہیں، ہم یہ حصہ ضمیمے میں شامل کر رہے ہیں۔

مولانا محمد میاں عرف محمد منصور انصاری کے بارے میں چند خاص باتیں رہ گئیں چونکہ ان کا تعلق خاص تحریک اور ان کی سیاسی خدمات سے ہے اس لئے مختصر "نقش حیات" اور "علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" سے مرتب کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا مدنی فرماتے ہیں:-

"دارالعلوم دیوبند سے تکمیل کرنے کے بعد مختلف مقامات پر خدمات

تدریسیہ انجام دیتے رہے۔ دارالعلوم معینیہ اجمیر میں صدر مدرس کی حیثیت سے عرصہ تک کام کیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ الہند کی خدمت میں اعانت ترجمہ قرآن کی خدمت کے لئے مقرر کیئے گئے۔ اُسی زمانے میں جمعیۃ انصار میں مولانا سندھی کے ساتھ کام کیا۔ حضرت شیخ الہند نے اُنہیں اپنے مشن میں شریک کرلیا تھا۔ مولانا محمد میاں نہایت مستقل مزاج، ذکی الطبع، راز دار اور قابل اعتماد تھے۔ مشن کے کاموں کو اُنہوں نے نہایت راز داری سے انجام دیا۔ اعزار واحباب نے ان کو بہت کوشش کے ساتھ توڑنا چاہا مگر یہ نہ ٹوٹے اور ہمیشہ شیخ الہندؒ سے وابستہ رہے۔ انہیں ڈگمگا دینے والے خطرات سے دوچار ہونا پڑا مگر یہ ثابت قدم رہے سفرِ حجاز میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ تھے اور مکہ معظمہ میں گورنر حجاز غالب پاشا سے ملاقات اور ہدایات و تعلیمات حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ الہند نے اُنہیں ہندوستان واپس بھیجا اور اس پر مامور کیا کہ وہ ہندوستان جاکر حسب تعلیمات غالب پاشا کارہائے متعلقہ انجام دیں"

اور جیسا کہ ریشمی خطوط سازش کیس کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ انہوں نے اس ذمہ داری کو بخیر و خوبی انجام دیا اور ہندوستان میں اس کام سے فارغ ہوکر یاغستان گئے اور پھر وہاں سے کابل چلے گئے۔ کابل سے اُنہیں نکلنا پڑا تو پھر یاغستان پہنچے وہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھر ہندوستان لوٹے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تحریک شیخ الہند سے تعلق کے شبہے میں بھی گرفتاریاں ہورہی تھیں۔ بقول حضرت مولانا مدنیؒ:۔

بدخواہوں نے ان کو گرفتار کرانے کی کوشش کی اور ان کو پتا بھی چل گیا۔ بھیس بدل کر انہوں نے تحریک سے متعلق ضروری امور انجام دیئے۔ کارکنوں کو ہدایات دیں۔ سی آئی ڈی نے انکو گرفتار کرنے کی ہرچند کوشش کی لیکن یہ اس کے ہاتھ نہیں آئے۔ بیوی اور دو بچوں کو وطن

میں چھوڑا اور خود روپوش ہوکر یاغستان چلے گئے۔ اس زمانے میں انہوں نے بھیس بدلنے کے ساتھ نام بھی بدل کر محمد منصور انصاری نام اختیار کرلیا تھا ۔؎

اس زمانہ میں انہوں نے ایک طویل عرصہ تک یاغستان میں قیام کیا۔ امیر حبیب اللہ کے قتل کے بعد امیر امان اللہ خان برسر اقتدار آئے اور ہندوستان کے انقلابیوں کو پھر سیاسی کام کرنے کی آزادی ملی تو مولانا محمد میاں بھی کابل پہنچے۔ سمرنا کی فتح کے بعد انہیں افغانی سفارت میں سردار محمد علی کے ساتھ وزیر مختار بنا کر ترکی بھیجا گیا۔ اس کے بعد انہیں ماسکو میں افغانی سفارت کا مشیر بنا دیا گیا۔ افغانستان اور ترکی کے مابین انہیں شاہی قاصد کے عہدے پر بھی مقرر کیا گیا اور وزیر خارجہ کے شعبے شرقی کے ماتحت سیاسی خدمات انجام دیں نومبر ۱۹۲۱ء کے بعد جب انور پاشا نے بخارا میں آزاد ترکی حکومت کے قیام کی کوششیں کیں اور روسی فوجوں سے متعدد معرکہ ہائے کارزار گرم ہوئے جو فوجوں کی بے سروسامانی اور موسم کی ناموافقت کی بنا پر کامیاب نہ ہوسکے پھر ۵/ اگست ۱۹۲۲ء کو انور پاشا کی شہادت نے اس امکان پر بھی پانی پھیر دیا۔ مولانا محمد میاں نے ان کوششوں میں بھرپور حصہ لیا تھا۔

مولانا محمد میاں افغانستان میں متعدد علمی و سیاسی عہدوں پر فائز ہوئے اور اپنی بہترین صلاحیتوں سے افغانستان کی مسلمان حکومت کو مستحکم اور ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے میں حصہ لیا۔ اس دوران میں انہیں سخت مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ہندوستان، یاغستان، افغانستان، روس اور ترکی کے سفروں میں شدید مشکلات سے سابقہ پڑا۔ افغانی سفارت میں ترکی جاتے ہوئے روسی حدود میں گرفتار ہوگئے اور تین ماہ روسی قید میں رہے۔ بچہ سقہ کی حکومت کے زمانے میں اُنہیں کابل سے نکال دیا گیا تھا لیکن اُنہوں نے یہ تمام مصیبتیں نہایت خندہ پیشانی اور پامردی سے برداشت کیں۔

سیاسی خدمات کے ساتھ وہ اپنے افکار کی ترتیب وتالیف کی اہمیت اور ضرورت سے بھی غافل نہیں رہے چنانچہ حکومت الٰہی، اساس انقلاب یا مراقبہ نماز، مجمل بیعت، تا بعیت یعنی سورۂ فاتحہ کی مجمل سیاسی تفسیر، دستور امامت، انواع الدول وغیرہ ان کی فکر انگیز دینی سیاسی تصانیف ہیں۔ قاری محمد طیب نے لکھا ہے کہ مولانا ابو الکلام آزاد نے فیصلہ کیا تھا کہ ہندوستان کی آزادی کے بعد انہیں وطن واپس لایا جائے گا۔ لیکن تحریک شیخ الہند کی یہ نادر شخصیت اور تحریک آزادی کا یہ بے لوث سپاہی ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اس دنیا سے رخصت ہوگیا اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

مولانا حامد الانصاری غازی، مدینہ بجنور اور جمہوریت بمبئی کے سابق ایڈیٹر، جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی کے صدر، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور علمی ادارہ "مجلس معارف القرآن" کے رکن "اسلام کا نظام حکومت" کے مصنف اور برصغیر کے مشہور صحافی اور علمی شخصیت آپ ہی کے نامور اور صالح فرزند ہیں۔

۲۔ احمد اللہ۔ پانی پت میں محلہ مخدوم زادگان کے رہنے والے، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور تحریک شیخ الہند کی نامور شخصیت تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر آیا ہے۔ ایک مقام پر ان کے بارے میں آیا ہے کہ "دارالعلوم دیوبند کا فارغ التحصیل اور مولوی محمود حسن کا چہیتا شاگرد ہے" ۲۱ ستمبر ۱۹۱۶ء کی رپورٹ میں ان کی گرفتاری کی اطلاع ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے ۱۴/ اور ۲۱/ ستمبر کے درمیانی دنوں میں ان کی گرفتاری عمل میں آئی ہوگی پھر استغاثے میں مدعا علیہم کی فہرست میں تیسویں نمبر پر ان کا نام آتا ہے اور ساتھ ہی یہ تصریح بھی ہے کہ ڈیفنس ایکٹ کے تحت اس کی حرکت کو پنجاب میں محدود کردیا گیا ہے۔ پھر استغاثے کے پیرا منٹ میں ان پر یہ الزام نظر آتا ہے کہ وہ سرحد پار سازشیوں سے خط وکتابت کیا کرتا تھا اور اس کے پاس سازش کا روپیہ جمع ہوتا تھا جو مولانا محمود حسن کے قائم ہوئے انتظام کے مطابق ان سازشیوں کے پس ماندگان کو دیا جاتا تھا جو مولانا کے ساتھ حجاز گئے تھے۔ نیز سرحد پار کے مولویوں کو بھی اس میں سے روپیہ بھیجا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت

شیخ الہند اور مطلوب الرحمٰن کے گھر والوں کو نیز مولوی سیف الرحمٰن، مولوی فضل بی اور حاجی صاحب ترنگ زئی کے نام لئے گئے ہیں جنہیں مولوی احمداللہ روپیہ بھیجتے تھے اور سب سے آخر میں ریشمی خطوط سازش کی شخصیات کے سلسلے میں اِن پر مندرجہ ذیل نوٹ ہے:۔

"شیخ عبدالرحیم آف حیدرآباد سندھ کے نام عبیداللہ کے تشریحی خط میں نیز جنود ربانیہ کی فہرست میں لیفٹنٹ جنرل کی حیثیت سے یہ نام آیا ہے۔ والد کا نام سراج الدین، ذات شیخ، پانی پت ضلع کرنال کا رہنے والا ہے۔ ابتدائی تعلیم پانی پت اور کانپور میں حاصل کی، بعد میں دیوبند کے مدرسہ میں داخل ہوا جہاں وہ تقریباً تین برس تک رہا۔ تکمیل تعلیم کے بعد کرنال، چھتاری ریاست وغیرہ مقامات میں سنہ ۱۹۱۲ء تک رہا۔ اِس کے بعد ترجمہ قرآن میں مولانا محمود حسن کی مدد کرنے کے لئے دیوبند کے مدرسے میں پھر شامل ہوگیا۔ وہ مولانا (محمود حسن) کا پکا مرید بن گیا اور مولوی عبیداللہ، مولوی ابو محمد احمد، مولوی احمد علی وغیرہ کا شریک ہوگیا جن کے بارے میں اب معلوم ہوا ہے کہ وہ اتحاد اسلامی کے لئے جہاد کے بڑے اہم مبلغ ہیں۔ اِس نے جنگ بلقان کے دوران میں ترکی کی مدد کیلئے ایک ہزار روپے جمع کئے تھے دیوبند کی خفیہ میٹنگوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ بعد میں وہ خورجہ کے مدرسۂ اسلامیہ میں بطور معلم مقرر ہوگیا۔ اس ذریعہ سے وہ دیوبند کے سفروں کے اخراجات پورے کرتا تھا۔ اِس کا ارادہ مولانا محمود حسن کے ساتھ حجاز جانے کا تھا لیکن مولانا نے اسے ہدایت کی کہ وہ ہندوستان میں قیام کرے اور حجاز جانے والے سازشی ساتھیوں کے کنبوں کی دیکھ بھال کرے اور سرحد پار کی پارٹی کو روپیہ بھیجے۔ نیز ہندوستان میں کام کی پیش رفت سے مولانا کو باخبر رکھے اور مولانا اور سرحد پار

کے لوگوں کے درمیان خط وکتابت کے رابطے کا کام دے۔ اس ساری مدت میں اس نے مولانا کی بڑے وفادار ساتھی کی طرح خدمت کی ہے۔ اس کو مولانا کا خاص آدمی کہا جاتا ہے۔

نومبر ۱۹۱۵ء میں یار محمد کابلی مجاہدین کے ایک ایلچی کے ذریعہ دوسو تیس روپے روانہ کئے۔ کابل سے مولانا عبید اللہ سندھی جو خطوط لایا تھا ان میں سے ایک خط اور جہاد کے دو فتوے اسی مولوی احمد اللہ کے واسطے تھے۔ بلاشبہ محمود حسن نے جب وہ ہندوستان میں تھا اس کو چندہ جمع کرنے کے لئے ملازم رکھا تھا۔ مولوی احمد اللہ اس وقت موگا ضلع فیروزپور میں ہے اور اس کی نقل وحرکت پر پابندی ہے۔"

مولانا حسین احمد مدنی نے نقش حیات میں مولوی احمد اللہ کے جو حالات تحریر فرمائے ان سے سازش کیس کے تقریباً تمام مندرجات کی تصدیق ہوتی ہے۔ البتہ چند مزید باتیں ہیں جن کا مطالعہ افادیت اور دلچسپی سے خالی نہیں۔ مولانا مدنی فرماتے ہیں :-

"ان کی دیانت اور امانت پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔ شروع تحریک آزادی سے یہ حضرت کے رفیق، ہم راز اور مشن کے جانباز ممبر رہے۔ بسا اوقات حضرت کی ڈاک ان کے سپرد رہتی تھی۔ مہمانوں کی کثرت اور مشاغل کی زیادتی کی بنا پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ڈاک کے جوابات نہ دے سکتے تھے اس لئے ان کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ جب حجاز جانے لگے تو فروعی کاروبار اور نیچے کی کارروائیوں کا ناظم انہیں بنا گئے تھے۔ ان کے پاس ممبران مشن کا رجسٹر، چندہ دہندگان کا رجسٹر اور دیگر کاغذات متعلقہ مشن رکھ گئے تھے جن کو لے کر یہ پانی پت چلے گئے تھے اور وہیں سے یہ تمام کارروائیاں بھی بجا لاتے تھے۔ اور

اصولی اور اونچے درجہ کی کاروائیوں کا ناظم حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری کو بنا گئے تھے۔ مشن کے تمام امور انہیں دونوں صاحبان کے سپرد تھے۔ روزانہ کی جزئیات نہایت رازدارانہ پر یہ انجام دیتے تھے اور امورِ عالیہ میں حسب ضرورت رائے پور جا کر مولانا رائے پوری سے مشورہ لے کر عمل میں لاتے تھے۔ جس وقت مولانا شیخ الہندؒ گرفتار ہوئے اور کاغذات گورنمنٹ کے قبضے میں آگئے اور پکڑ دھکڑ، تفتیش و تنقید شروع ہوئی تو ان کے مکان پر بھی پولیس کی دوڑ پہنچی۔ مگر یہ کسی شبہ کی بنا پر چند گھنٹے پہلے ہی تمام رجسٹروں اور مشتبہ کاغذات کے پلندوں کو دوسری جگہ منتقل کر چکے تھے اس وجہ سے یہ رجسٹر اور کاغذات پولیس کے ہاتھ نہ آسکے۔ ان سے بہت پوچھا گیا مگر انہوں نے کسی امر کا اقرار نہ کیا۔ ان پر ایک مسلمان سی آئی ڈی مسلط کیا گیا جو نہایت اخلاص اور عقیدت کا اظہار کرتا ہوا ان سے مرید ہوا اور خدمت میں رہ پڑا۔ ذکر و اذکار عمل میں لاتا رہا۔ اتباع شریعت میں انتہائی سرگرمی عمل میں لایا اور دن رات خدمتیں انجام دیتا رہا۔ ان کو اس پر اعتماد اور اعتبار ہو گیا۔ اُس نے آہستہ آہستہ تمام باتیں پوچھ لیں اور مشن کا ممبر بن گیا۔ انہوں نے اس کو تمام راز کی باتیں بتا دیں اور وہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد غائب ہو گیا اور جا کر گورنمنٹ کو بتا دیں۔ اس پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ مگر چونکہ الولمات کا ثبوت گورنمنٹ کے پاس نہ تھا اور نہ یہ اقرار کرتے تھے۔ اس لئے انہیں پنجاب کے بعض علاقوں میں نظر بند کر دیا گیا۔ ایک عرصہ کے بعد سی آئی ڈی مولانا احمد چکوالی مرحوم کو لے کر آئی جو کہ اس سے پہلے معافی مانگ کر آزاد ہو چکے تھے۔ چونکہ گورنمنٹ کے پاس متعدد تحریریں اور خطوط افشائے راز کے بہت سے ذرائع سے پہنچ چکے تھے مولانا احمد چکوالی مرحوم نے ان کو وہ دکھلائے اور تنہائی میں

جب کہ پس پردہ آفیسران سی آئی ڈی بیٹھے ہوئے تھے ان تحریروں کے موجود ہونے کے بعد بجز اقرار اور استدعا معافی کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اب انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مجھ کو بھی یہی مجبوری پیش آئی تھی آپ بھی اقرار کر کے وعدہ کر لیجئے کہ میں آئندہ کوئی حصہ نہیں لوں گا۔ تحریک ختم ہو چکی ہے چنانچہ انھوں نے اسی مشورہ پر عمل کیا۔ یہ ایک ہمدم وہمراز کا مشورہ تھا جو کہ قبول کرنا پڑا۔ اس کے چند دنوں بعد ان کو آزاد کر دیا گیا اور پانی پت میں واپس کر دیئے گئے۔ وہاں آکر تعلیمی مشاغل قدیمہ میں مشغول ہو گئے اور اخیر تک اس میں مشغول رہے۔ ہندوستان کی آزادی کے اعلان کے بعد اور تقسیم ہند سے کچھ پہلے بمرض ہیضہ پانی پت میں انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

آخری جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۳/ جون اور ۱۴/ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کے درمیانی عرصہ میں ان کا انتقال ہوا ہوگا۔

۳۔ **احمد لاہوری** ۔ ان کا پورا نام ابو محمد احمد تھا۔ چکوال کے رہنے والے تھے۔ لاہور میں عرصے تک قیام رہا تھا اس لئے ریشمی خطوط سازش کیس میں اُنہیں کہیں لاہوری اور کہیں چکوالی لکھا گیا ہے۔ حضرت شیخ الہند کے خاص تلامذہ اور تحریک کے اہم ارکان میں سے تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں متعدد مقامات پر انکا ذکر آیا ہے۔ تحریک کا راز افشا ہونے کے بعد گرفتاریاں شروع ہوئیں تو ۲۱/ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء سے قبل ہی انہیں گرفتار کر کے روپڑ ضلع انبالہ میں ان کی نقل و حرکت کو محدود کر دیا گیا تھا۔ سازش کیس میں انکا ذکر تحریک کے نہایت خاص قابل اعتماد کارکن کی حیثیت سے آیا ہے۔ لاہور میں وہ تحریک کی مرکزی شخصیت تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس کے سلسلے میں ان پر جو نوٹ ہے اس میں بتایا گیا ہے:۔

" مولوی ابو محمد احمد آف لاہور، چکوالی پسر غلام حسین ذات اعوان ساکن چکوال ضلع جہلم۔ گنگوہ اور دیوبند میں تعلیم پائی دیوبند میں مولانا محمود حسن

اس کے استاد تھے۔ اس جگہ عبیداللہ سے اس کی ملاقات ہوئی وہ بھی اس وقت طالب علم تھا۔ وہ محمود حسن کا پُرخلوص مرید بن گیا۔ ۱۸۹۲ء میں صوفی مسجد کشمیری بازار لاہور کا امام مقرر کیا گیا اور ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء میں اپنی گرفتاری تک مامور رہا۔ کچھ عرصہ دیو بند میں جمعیۃ انصار کا نائب ناظم رہا۔ مولوی احمد ہندوستان میں وہابی تحریک کا نہایت اہم رکن ہے۔ عبیداللہ کا نہایت مخلص اور پرجوش ساتھی ہے۔ ہندوستانی متعصبوں سے اس کا قریبی رابطہ تھا کئی مرتبہ اس میں جا چکا ہے۔"

اس کے بعد چند دفعات کے تحت ان الزامات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کی وجہ سے ان کی گرفتاری عمل میں آئی تھی اور اُنہیں اِستغاثہ میں مدعا علیہم بنایا گیا ہے۔ دفعات یہ ہیں:۔

" ۱۔ چندہ جمع کرنے کے لئے پنجاب میں مجاہدین کا خاص ایجنٹ ہے۔ آزاد علاقہ میں ہندوستانی انقلاب پسندوں کو سرمایہ مہیا کرنے کے کام میں مولوی احمداللہ کا خاص معاون ہے۔ اِسکے ہندوستانی متعصبوں اور ہندوستان میں ان کے ہمدردوں کے درمیان رابطہ کا کام کرتا ہے۔ صوفی مسجد سرحد کو جانے اور واپس آنے والے نمائندوں کے ٹھہرنے کے کام آتی ہے۔ قاضی ضیاءالدین ایم اے کا چچا اور دلی کے احمد علی کا خسر ہے۔

۲۔ جہادی طلباء کے فرار سے اسکا گہرا تعلق ہے۔

۳۔ شیخ عبدالرحیم کے نام (عبیداللہ کے) تشریحی خط میں جواب کیلئے اِس کو ذریعہ بنانے کا تذکرہ ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ آج کل روپڑ ضلع انبالہ میں ہے جہاں اِس کی نقل و حرکت پر پابندی ہے۔